کتاب نما

کریملن، کابل اور افغان، مختار حسن، (مرتبہ: جمیل احمد رانا، سلیم منصور خالد)۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات: ۱۷۳۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔

مختار حسن (م: ۱۵ اگست ۱۹۹۵ء) ایک نڈر، بے باک اور بے لوث محب وطن صحافی تھے۔ جذبہ جہاد سے سرشار "مختار مرحوم نے جان، مال، مستقبل اور اہل و عیال کے سود و زیاں سے بالاتر رہ کر افغان جہاد میں دیوانہ وار خدمات انجام دیں۔ وہ افغانستان گئے تو روس کے کٹھ پتلی کمیونسٹ حکمرانوں نے انھیں کابل سے گرفتار کر لیا"۔ زیر نظر کتاب زیادہ تر ۱۹۸۰ء کے اسی زمانۂ قید و بند کی جھلک پیش کرتی ہے۔ لیکن یہ محض ایک زنداں نامہ نہیں ہے بلکہ گرفتاری سے پہلے اور رہائی کے بعد کے مشاہدات، اور مصنف کے مجموعی تاثرات بھی اس میں شامل ہیں۔ دل چسپ اور واقعاتی نوعیت کے یہ آٹھ مضامین مختلف اخبارات اور رسائل کے لیے لکھے گئے۔ ان تحریروں کی بنیاد حقائق پر ہے اور لکھنے والا ایک مشاق و ماہر صاحب قلم ہے اس لیے ان میں بہ یک وقت خودنوشت، رپورتاژ، اور سفرنامے کی جھلکیاں اور خوبیاں نظر آتی ہیں جنھیں پڑھتے ہوئے روسیوں کے مظالم، ان کی سخت دلی، اخلاق باختگی، محسن کشی اور اس کے ساتھ ساتھ افغانوں کی ذہنی افتاد، ان کی جرات، بے خوفی، صبر، ایثار، دین داری اور حریت پسندی کا عکس بھی واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔

مختار حسن لکھتے ہیں: "افغان جدوجہد نے برعظیم کے جغرافیے میں بھارتی مقبوضہ کشمیر اور متصل روسی مقبوضہ وسط ایشیا میں آزادی کی لہر اٹھا دی ہے۔ جابر اور قابض سپرپاور کے خلاف نتیجہ خیز مزاحمت نے تاریخ میں ایک نئے عمل کا آغاز کر دیا ہے۔ جسے عرف عام میں "تاریخ کا پہیہ" کہتے ہیں۔ تاریخ کے اس پہیے کی عظیم الشان حرکت کا نظارہ میں ۲۵ جنوری ۱۹۸۰ء کی صبح ہرات کے بازاروں اور گلیوں میں کر رہا تھا، جب روسی فوج کی افغانستان میں مداخلت کے بعد افغان عوام کے ہجوم "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے روسی ٹینکوں کے سامنے کھڑے تھے۔ میں اپنی زندگی میں آج تک اس سے زیادہ پُرمسرت لمحہ تلاش نہیں کر سکا" (ص ۱۱۳)۔

ایک سپرپاور نے ایک نہتی قوم پر حملہ بول دیا تھا۔ (مصنف یہاں ہمیں ایک اہم نکتے کی طرف متوجہ

کرتے ہیں) مغربی صحافیوں کے لیے یہ چیز حیران کن تھی کہ جنگ کی تباہ کاریوں اور بیواؤں اور بے سہارا عورتوں کی روز افزوں تعداد کے باوجود افغانستان میں عصمت فروش عورتیں نہیں ہیں۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ افغانستان کی جنگ، ویت نام سے سنگین تر ہے لیکن کابل، سائیگان نہیں بنا۔ مختار حسن نے بجا کہا ہے کہ اہل مغرب افغانوں کی قوت مزاحمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ افغانوں کے نزدیک یہ "دین کی جنگ" ہے اور "الدین" کا لفظ مغرب کی لغت میں موجود نہیں ہے۔ وہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ افغانستان میں پاکستانیوں کے ساتھ ہمیشہ غیر معمولی تواضع کا سلوک کیا جاتا ہے۔ مختار حسن افسوس کرتے ہیں کہ ریڈیو پاکستان کا کوئی بھی اسٹیشن اتنا طاقت ور نہیں کہ ہر موسم میں اور ہر وقت پورے افغانستان میں سنا جا سکے۔

افغانوں کے مصائب کے بارے میں وہ بتاتے ہیں کہ "انقلاب ثور" کے بعد افغانستان میں کسی کو چھاپہ خانہ لگانے کی اجازت نہ تھی۔ کوئی چیز سرکاری مطبع کے علاوہ کہیں نہیں چھپ سکتی تھی۔ حد یہ ہے کہ نجی وزٹنگ کارڈ اور لیٹرپیڈ بھی چھپوانے کے لیے وزارت اطلاعات کو درخواست گزارنی پڑتی تھی اور منظوری کے بغیر کسی شہری کے لیے اپنے پاس لیٹرپیڈ یا وزٹنگ کارڈ رکھنا جرم تھا (سوشلسٹ نظام کی "برکات")۔

یہ کتاب مختار حسن کی بے پناہ ایمانی استقامت کا صحیفہ، روسی استعمار کا عبرت نامہ اور افغانوں کے جذبۂ جہاد اور ان کی قوت مزاحمت کا ایک خوب صورت مرقع ہے۔ ناشر نے کتاب بڑے اہتمام سے اونچے معیار پر شائع کی ہے (رفیع الدین ہاشمی)۔

رواداری اور مغرب، مرتب: محمد صدیق شاہ بخاری۔ ناشر: علم و عرفان پبلشرز، ۷/ سی مارتھر سٹریٹ، ۹ لوئر مال روڈ، لاہور۔ صفحات: ۵۶۸۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

ہر عہد میں کچھ الفاظ مظلوم ہوتے ہیں اور کچھ الفاظ اپنے معنی کھو بیٹھتے ہیں۔ اس عہد کا ایک مظلوم لفظ "رواداری" ہے، جسے روشن خیال دانش وروں نے ایک نئے پیرہن میں چھپا دیا ہے، جو اپنی اصل میں تو "بے حمیتی" یا "مداہنت" ہے، مگر اسے چولا رواداری کا پہنا دیا گیا ہے۔ پھر مقبوضہ ذرائع ابلاغ، اور میکالے زدہ نظام تعلیم نے اسے عام پڑھے لکھے افراد کے ذہنوں میں یوں سمو دیا ہے کہ اب اس لفظ کا استعمال ایک فیشن کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ جب اہل مغرب اور ان کے زلہ ربا ظلم و زیادتی اور دشنام و اتہام کی چاند ماری کریں تو عین تہذیب و رواداری، لیکن اگر غیرت و حمیت سے سرشار اور حس عدل و انصاف کا جویا کوئی شخص، جواب میں آہ بھی کرے تو "جذباتیت"، "تنگ نظری"، "کٹھ ملائیت"، "وہابیت"، "بنیاد پرستی" اور نہ جانے کیا کچھ۔

سو، لفظوں کے اس مقتل کی دہلیز پر کھڑے ہو کر محمد صدیق بخاری صاحب نے رواداری اور مغرب کو